اکائی ۵ اندلس کی شاعری اوراہم شعراء

۵۔ا مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ اندلس میں شاعری کی ترقی اور معیار اور شعراء کے احوال سے واقف ہوسکیں گے، وہ یہ جان لیں گے کہ اندلس میں عربی شاعری ایک منفرد انداز اور جدت اصناف کے ساتھ ظاہر ہوئی، اس جدت میں زجل اور موشحہ جو خالص اندلس کی ایجاد ہے نمایاں مقام رکھتے ہیں، اور یہ کہ اندلس کے مشہور شعراء میں ابن ہانی، ابن زیدون، ابن حمیدس صقلی، ابن خفاجہ، لسان الدین الخطیب، اور ابوالحسن الشستری نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

۵۔۲ تمہید

اہل اندلس علم وادب کے بڑے دلداہ تھے، اسی وجہ سے ادباء اندلس نے نثر نگاری کے مختلف اصناف میں نمایاں ادبی کارناموں سے علمی وادبی دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس کے علاوہ فن شاعری میں بھی اندلس کے شعراء مشرق کے شعراء سے کچھ پیچھے نہ تھے، انہوں نے قدیم عربی شاعری میں طبع آزمائی کرتے ہوئے جدید نوعیت کی شاعری کی بنیاد ڈالی، چنانچہ زجل اور موشحہ شاعری کے وہ اصناف ہیں جن کی ابتداء اندلسی شعراء نے کی۔

ان کی شاعری جمال فطرت، باغوں، نہروں، جھیلوں، رنگ برنگ پھولوں، خوشگوار موسم، وادیوں کی دلفریبی کی سچی اور فطری تصویر ہے، اسی لئے اندلس کی فطری اور نیچرل شاعری کو ادبی دنیا میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

اندلس کے بہت سے شعراء نثر نگاری میں امتیازی مقام کے ساتھ شاعری کے میدان میں بھی صف اول میں نظر آتے ہیں، ان شعراء نے اپنی شاعری کے ذریعہ اندلس کے حسین ودلکش ماحول کے حسن کو دوبالا کردیا، اس کا جائزہ آنے والے صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

۵۔۳ اندلس میں عربی شاعری اوراس کا ارتقا

جہاں کہیں عربی زبان کے قدم پہونچے اس کے جلو میں شعر وشاعری اوراس کے اہم خصوصیات بھی پہونچیں، خیالات اور

مضامین سے قطع نظر اس کی لسانی خوبیوں، موزونیت، فصاحت و بلاغت اور تاثیر و تاثر نے سب کو متأثر کیا، عربی شاعری کی تمام اعلی خصوصیات کا مظاہرہ اندلس میں بھی ہوا، اور اندلسی شعراء نے محض روایتی شاعری پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جدید اندلسی شاعری کی بنیاد ڈال کر دو جدید اصناف زجل اور دوشحر کو فروغ دیا، اور مناظر فطرت، حب الوطنی اور جمال قدرت سے خصوصی لگاؤ ظاہر کر کے نیچرل شاعری کو روج کمال پر پہونچایا، عروض البلد کے نام سے شہروں اور ملکوں کی کیفیات و مشاہدات نظم کئے، مختلف اصناف و بحور کو رواج دیا، عربی شعر و سخن کی دنیا میں ابن زیدون کو غالبا سب سے بڑا شاعر مانا جاتا ہے، ابن عبدربہ، ابن حزم، ابن الخطیب، ابن ہانی، ابن زمرک وغیرہ کے نام بھی بحیثیت شاعر کے بہت ممتاز نمایاں ہیں۔

رائج اصناف شعر میں اندلسی شعراء بہت سے اضافے کئے، اجتماعی سیاست اور تاریخی حوادث اور وصف نگاری کی اعلی مثالیں پیش کیں، انہوں نے پلوں، محلوں، قلعوں، بتوں، مجسموں، عمارتوں، حوضوں، چشموں، باجوں، سازوں، باغوں، وادیوں، پہاڑوں، دریاؤں، پھلوں پھولوں کے علاوہ رقص و سرور کی محفلوں اور فنون لطیفہ کی مختلف صنفوں کے بارے میں نظمیں کہیں، اور یہ تمام نظمیں رقت، گداز اور دلکشی سے معمور ہیں، اور ان کے سانچے اور اسالیب وہی ہیں جو مشرق میں رائج تھے، بعض مقامات پر تنوع قوافی سے بھی کام لیا گیا ہے، بحریں عموما چھوٹی ہیں، موسیقیت اور رعنایت ہر جگہ نمایاں ہے۔ اندلس کی شاعری نے اہل مغرب کے اس خیال خام کی پوری تردید کر دی کہ عربوں کے پاس داخلی شاعری اور تخیل کی قسموں کاری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اندلسی شعراء نے خارجی شاعری کے ایسے شاندار نمونے پیش کئے ہیں کہ خود اہل مغرب کو ان سے استفادہ کے لئے مجبور ہونا پڑا۔

اندلسی شاعری کی تاریخ کو عموما تین مرحلوں میں منقسم کیا جاتا ہے:

۱۔ تقلیدی شاعری　　۲۔ معتدل شاعری　　۳۔ رومانی شاعری

تقلیدی شاعری کا دور ابتدا سے پانچویں صدی ہجری تک رہا تھا، اس ابتدائی دور میں مکمل طور پر مشرق کی تقلید کی جاتی رہی، ابن عبدربہ، ابن ہانی، ابن شہید، اور ابن دراج قسطلی کا تعلق اسی دور سے ہے۔

دوسرا دور اعتدال و توازن کے ساتھ نئے نئے رجحانات سے استفادہ کا تھا، یہ دور پوری پانچویں صدی ہجری پر محیط رہا، جس

میں شعراء تقلید مشرق کے ساتھ ساتھ ماحول، مظاہر جمال اور داخلی جذبات واحساسات کو بھی پیش کرنے لگے تھے، اس کے نمائندہ شعراء میں ابن زیدون، ابن عمار، معتمد بن عباد اور ابو العباس کے نام سرفہرست ہیں۔

تیسرا مرحلہ چھٹی صدی ہجری اور اس کے مابعد پر مشتمل ہے، اس دور میں شعراء اپنے ماحول کی مکمل نمائندگی کرنے لگے تھے، حدت وجدت اس دور کا وصف امتیازی ہے، ابن حمدیس، ابن زمرک، ابن عبدون، ابن خفاجہ، ابن سہل اور لسان الدین بن خطیب اس دور کے نمائندہ ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ شعرائے اندلس نے جہاں ایک طرف قدیم طرز کی مشرقی وروایتی شاعری کے موتی لٹائے، مگر اس میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں کی، وہیں زجل اور موشحات کے نام سے دو کامیاب اصناف سخن کی بنیادی ڈالیں، اور اس میں کمال فن کا مظاہرہ کیا۔ یہ اصناف مظاہر فطرت اور جمال کائنات کی مصوری میں عدیم المثال ہیں، حب الوطنی کے عناصر بھی ان میں موجود ہیں۔

بحیثیت مجموعی پورے اندلسی ادب وشاعری کی روح ان کی فطرت پسندی اور نیچرل شاعری میں ہے، موسیقیت اس کا خصوصی جوہر ہے، اس نئے ادبی موڑ نے تمام مغربی زبانوں کو متاثر کیا، افلاطونی عشق، تخیلیت اور رومان پسندی میں اندلس کی اس جدید شاعری نے نکھار پیدا کیا، فرانس کی طربیہ شاعری بارہویں صدی تک علی الخصوص اندلس کی عربی شاعری سے متأثر رہی، جہاں عربی اسلوب کی فخریہ تقلید کی جاتی تھی، حقیقت یہ ہے کہ اندلس کے عربی شعراء ہی نے پورے یورپ کو فطرت پسندانہ روایات وجذبات سے روشناس کرایا، مغربی ادب میں رومانیت کے عناصر کے فروغ میں اندلسی شاعری کی اہمیت مسلم ہے۔

۴۔۵ اندلسی شاعری کے عوامل ومحرکات

اندلس میں عربی شاعری نے بہت جلد مقبولیت حاصل کی، خصوصا ازجال اور موشحات (جس کا بیان آگے آرہا ہے) نے انسانی جذبات واحساسات کے اظہار اور مناظر فطرت سے لطف اندوزی اور سبق آموزی کا جو نمونہ پیش کیا ہے اس کی مثال دنیا کی ترقی پسند کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے، شعر وسخن کے اس فروغ وارتقا کے حسب ذیل محرکات تھے۔

ا۔ اندلس کے اموی خلفاء شعر وسخن کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے، ان میں سے اکثر خود بھی شاعر تھے، پہلا اموی خلیفہ عبدالعزیز

بن موسیٰ بن نصیر شاعر تھا، اس کے کئی جانشین بھی شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے، اشبیلیہ کے اکثر فرماں رواشعروسخن کا ذوق رکھتے تھے۔

۲۔خلفاء کے ساتھ امراء واعیان مملکت کی ہمت افزائی سے بھی شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔تقریبا ہر حاکم سے متعدد شعراء رہتے تھے، ہر بڑا شاعر خلیفہ کی سر پرستی اور قدر افزائی سے متمتع ہوتا تھا، وہ سفر وحضر میں خلیفہ کے ساتھ رہتا تھا اور گرانقدر انعامات سے نوازا جاتا تھا،مشرق کی علم دوستی اور ادب نوازی کی روایت کو اموی خلفاء نے پوری طرح زندہ رکھا۔

۳۔اندلس کا سرسبز وشاداب، حسین وجمیل اور رومان پرور ماحول بھی جو مشرق سے بہت مختلف تھا، شاعرانہ دوق پیدا کرنے میں اہم محرک ثابت ہوا، اسپین کے باغات ولالہ زار، وسیع وعریض میدان اور چراگاہیں، پہاڑ اور ان میں جنگلوں کے لامتناہی سلسلے، دریا اور ان کے شاداب، ہرے بھرے کنارے، پھولوں اور پھلوں کی کثرت،منطقۂ معتدلہ کے باعث حسن ونزاکت کی فراوانی،متعدد اقوام وملل کا امتزاج، بحری زندگی کے اثرات اور حسین فطری مناظر کی کثرت نے ان کے شاعرانہ جذبات کو ابھارا اور وہ فطری شاعری پر مائل ہو گئے۔

۴۔اس شاعرانہ ماحول میں عربوں کی خداداد شاعرانہ فطرت ووجدان نے عجیب عجیب شاعرانہ روپ اختیار کئے۔فصاحت وبلاغت انہیں ورثہ میں ملی تھی،جس نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔

۵۔تہذیب کی ثقافت کے ساتھ عیش وعشرت کی فراوانی اور اس کے اسباب کی رنگا رنگی بھی ان کے کلام میں جدت،ندرت اور نئے نئے اصنافِ سخن پیدا کرنے کا سبب بنی اور ان کے کلام میں اوج، رقت،موسیقیت اور گداز بھر گئی۔

ان اسباب وعوامل کی بنا پر فصحاء نے موشحات کو گلے لگا لیا، اور عوام زجل کی طرف مائل ہوئے اور رفتہ رفتہ زجل نے بھی ادب کی ایک اعلیٰ صنف کی حیثیت سے اپنا درجہ منوالیا۔

۵۔۵ اندلسی شاعری کی امتیازی خصوصیات

الفاظ، اسالیب، تخیل اور موضوعات کے لحاظ سے اندلسی شاعری کی نمایاں امتیازی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

ا۔الفاظ واسالیب کے لحاظ سے نہایت سلیس وشگفتہ ہے، جو اندلس کے نرم اور معتدل رومان پرور ماحول کا لازمی نتیجہ اور صنائع

وبدائع کے تکلفات سے بری ہے، ابن ہانی اندلس کے یہاں کچھ بداوت مشکل پسندی اور تصنع ضرور ہے، مگر وہ عمومی روش سے الگ ہے۔

۲۔ دقیق خیالات اور فلسفیانہ مسائل سے مکمل احتراز۔ بعض فلسفی شعراء مثلا ابن الطفیل اور ابن ناجہ کے یہاں جو فلسفیانہ تخیلات ہیں وہ بھی نہایت صفائی و شگفتگی کے ساتھ ہیں۔

۳۔ ہرے بھرے جزیرہ نما میں جمال فطرت کی رعنائیوں کی بنا پر انوکھے تخیلات اور آسان تراکیب کے ساتھ خوبصورت تشبیہات اور لطیف کنایات شعر وسخن کے لطف کو دوبالا کرتے ہیں۔

۴۔ عرب حکمرانوں کے اسپین میں قدم جمنے کے بعد شاعری کا فروغ درج ذیل اغراض کے تحت ہوا۔

مدح، ہجا، مراثی، فخر، حماسہ، تہنیت، وصف وغزل، ساقی ومیخواری، توصیف غلمان ونساء، تصوف اور شعر الطبیعۃ، اس کے باوجود اندلسی شعراء کچھ چیزوں میں مشرق سے فائق وممتاز اور کچھ اوصاف میں ان سے کمتر ہے، فلسفہ وحکمت اور زہد وتصوف میں اندلسی شاعری ہمیشہ مشرقی شاعری سے پیچھے رہی۔

۵۔ اسلامی مقبوضات سے نکلے ہوئے ملکوں کا مرثیہ، مثلا صالح بن شریف، ندی کا مرثیہ، ''رثاء الأندلس''۔

لکل شیء اذا ما تم نقصان   فلا یُغِرُّ بطیب العیش انسان

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد   وان کان فی القلب اسلام و ایمان

(جو چیز کمال کے درجہ کو پہونچ جائے اس کے لئے زوال یقینی ہے، اس لئے کسی انسان کو عیش وعشرت کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، جس کے دل میں اسلام اور ایمان ہے اس کا دل ایسے حوادث (اندلس کا زوال) پر شدت غم میں پگھل جاتا ہے)

۶۔ وصفیہ شاعری خصوصا نیچرل کی شاعری میں اندلسی شاعری پوری عربی شاعری پر فائق ہے، جمال فطرت کی رعنائیوں کا وصف جس خوبی وخوش اسلوبی سے اندلسی شعراء نے کیا ہے وہ ادب لطیف اور ذوق جمال کی تسکین کے لئے گنج گراں مایہ ہے۔

۶۔۵ اندلسی شاعری کی غرض وغایت

عموماً اندلسی شاعری درج ذیل اغراض کے ماتحت میں آئی تھی:

مدح: قدیم اسلوب کے مطابق اندلسی شعراء مدح سے گریز تو نہ کرتے تھے، لیکن ان کی مدح میں شخصی تملق، طوالت اور ثقالت وغرابت نہیں ہے، متنبّی کا انداز صرف ابن ہانی یہاں پایا جاتا ہے، جسے عمومیت حاصل نہ تھی، عام طور پر اندلسی شعراء کے مدائح مناظر فطرت، شراب، شہر اور معشوقوں سے متعق ہوتے تھے، قدیم مدحیہ قصائد کے اجڑے دیار، ٹیلے، چٹیل میدان اونٹ اور گھوڑے یہاں تقریباً ناپید ہیں۔

مرثیہ: اہل مشرق کی طرح مشرقی اسلوب ہی میں یہ لوگ بھی مرثیہ گوئی کرتے تھے، اس میں درد واثر تو ضرور ہوتا تھا، مناقب اور مصائب کے تذکرے بھی ہوتے تھے، لیکن اندلس میں امثال اور حکم کی گہرائی اس درجہ نہ تھی، زیادہ تر گردش ایام کے شکوے ہوتے تھے۔

البتہ اجڑے دیار سے متعلق مرثیے اندلسی شاعری میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، یہ مرثیے درد واثر، تاثیر وتاثر، اور خوبی ودلکشی میں مشرق کے مراثی سے آگے ہیں، شکوہ وگلہ اور لطف وکرم کی درخواست، مناصب گم گشتہ اور متاع گم کردہ کی حسرت پر بہت سے شعراء نے اشعار لکھے، انہیں بھی اسی ضمن میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

ہجو: ہجو گوئی کا بازار اندلس میں گرم نہیں ہوا، اور جریر فرزدق اور اخطل کی سیاسی ہجو کو یہاں تلاش کرنا بے سود ہے، سیاسی جماعتیں بھی یہاں کچھ زیادہ نہ تھیں، اکثر لوگ اپنے اپنے کاموں یا آسایشوں میں مست تھے، تاہم جہاں کہیں اس کا کوئی نمونہ ملتا ہے اس کا انداز پرانا مشرقی ہے، اس میں کوئی قابل لحاظ جدت وندرت نہیں ہے، امراء کے عہد میں مضریوں اور رعنیوں کے درمیان کچھ چشمک اور ہجو گوئی ہوئی، لیکن ان ہجو کی حفاظت کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا، اسی طرح شعوبیہ اور فرنگ کی ہجو گوئی کے آثار بھی کہیں کہیں ملتے ہیں، ابوبکر المخز ومی نام کا ایک اندھا شاعر اندلس کا سب سے بڑا ہجو گو شاعر بتایا جاتا ہے، اس نے نزہون بنت القلاعی نامی ایک شاعرہ کی فحش انداز میں ہجو کی، نزہون نے بھی اس کا بھرپور جواب دیا تھا۔

حکمت وفلسفہ کی باتیں: فلسفہ کا ظہور وارتقاء اندلس میں پانچویں صدی کے اواخر میں مرابطین اور موحدین کے دور میں ہوا، جو

فلسفیانہ افکار اور علوم وفنون کے فروغ کا زمانہ تھا، اسی میں ابن باجہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن میمون، ابن خاقان، ابن بشکوال، ادریسی، ابن جبیر اور ابن بسام وغیرہ نمایاں ہوئے، اس سے پہلے اگر ابن حزم کا وجود نہ ہوا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ زمانہ فلسفہ کے بحران کا زمانہ تھا، اندلس میں فلسفہ کے ارتقاء کی تاخیر کا سبب وہ تنگ خیال شیوخ تھے جو حریت فکر کو ناجائز اور تفلسف کو کفر کہتے تھے، تاہم حکمت وفلسفہ کے میدان میں ابن ہانی کا مقام سب سے بلند سمجھا جاتا ہے، اس نے متنبّی کی پوری تقلید کرنا چاہی، لیکن اس لیں بہت پیچھے رہا، اس کے یہاں زمانے کا شکوہ اور دنیا سے بیزاری بکثرت ہے۔

تصوف وزہد: زاہدانہ خیالات کی ترجمانی بھی اندلسی شاعری میں کم نہیں ہے، کچھ جبہ ودستار والے شیوخ خلفاء کے دربار میں تقرب حاصل کرنے کے لئے زاہدانہ خیالات ظاہر کرتے تھے، البتہ ملوک الطّوائف کے عہد میں لوگ شرور وفتن سے تنگ آکر اس دنیا کو سرائے فانی گردانئے لگے تھے، بہت سے شعراء نے محض تفنن طبع کے طور پر زاہدانہ خیالات کی ترجمانی کی ہے۔

ابن عربی کی صوفیانہ شاعری حقیقۃ جاندار شاعری ہے، ان کے صوفیانہ خیالات کی دھوم مغرب سے لے کر مشرق تک تھی، لوگ ان کے کلام کو شوق ذوق سے پڑھتے تھے، اندلس کے سب سے بڑے صوفی شاعر یہی ہیں۔

حماسی شاعری: اندلس کے شعراء بذات خود کبھی معرکہ آرائیوں میں حصہ نہیں لیا، جس طرح قدیم شعراء حصہ لیتے تھے، یہاں کے شعراء قلم سنبھالنے کے بعد تلوار کے دھنی نہ رہتے تھے، اس لئے ان کی شاعری میں حماسیات (جواں مردی کے عناصر) بہت ہی کم ہیں اور وہ معرکہ آرائیوں میں اپنے تجربات ومشاہدات بیان کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور صرف امراء وخلفاء کے جنگی کارناموں کی خیالی تصویر پیش کرتے ہیں۔

ملوک الطّوئف کے دور کے شعراء تو محض گریہ وبکا اور یاس وناامیدی کے شعراء معلوم ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کو عیش وعشرت کی زندگی نے انتہائی نرم دل، نازک طبع اور جمال پرست بنا دیا تھا، منافرت کے جذبات بھی کم ہیں، البتہ دینی مفاخرت کہیں کہیں ملتی ہے، البتہ وہبون کے کلام میں جو معتمد بن عباد کا درباری شاعر تھا مفاخرت اور شجاعت وبہادری کے کچھ عناصر ملتے ہیں۔

غزل اور بادہ کشی: یوں تو فطرت اور مظاہر فطرت اور جمال کائنات کی وصف نگاری اندلسی شاعری کی جان ہے، اسی کو پہلا درجہ

دیا جاتا ہے، لیکن رندی وسرمستی اور غزل سرائی پر مبنی اشعار کی حیثیت بھی اندلس میں کبھی کم نہیں رہی، درحقیقت ذوق جمال کی آسودگی کی تلاش ہی کا دوسرا نام غزل سرائی وسرمستی کہا جاسکتا ہے، کنیزوں اور غلمان کی خرید وفروخت اور ہر ہر شہر میں اس مقصد کے لئے نخاسہ بازار کا وجود اس قسم کے قراری ادب کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، اور لوگ زندگی کی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کر کے حکایت بایار گفتن کے تصورات کے ساتھ یک گونہ بے خودی میں غرق رہے، اندلسی شاعری میں اس قسم کی شاعری کی کمی نہیں، ان کی اکثر غزلیں تقلیدی اور کلف وتصنع سے بھی بھری ہوئی ہیں، انہوں نے اتنا تو ضرور کیا کہ اسلوب قدیم کی کچھ چیزیں ترک کردیں، مثلا تغزل وتشبیب کے اشعار میں بادیہ کا ذکر، راستہ کی مشقت وصعوبت، اثنائے راہ میں قیام محبوب کی یاد کا ذکر اور پھر روانگی اور اسی طرح کی دوسری تلقیدی باتیں چھوڑ دیں، لیکن اس کے بعد بھی ترقی پسندانہ تشبیب کا رجحان پیدا نہ ہوا، بلکہ اس کی جگہ فحش گوئی اور اخلاق سے گری ہوئی باتوں نے لے لی، اور ملوک الطّوائف کے عہد تک پہونچتے پہونچتے غزل گوئی عریاں نگاری اور فحش گوئی کا دوسرا نام ہوگئی۔

۷۔۵ اندلس کی نیچرل شاعری

نیچرل شاعری اندلسی شاعری کی جان ہے شعرائے اندلس نے موشحات کے حسین پیکر میں نیچرل شاعری کی روح پھونک کر یورپ کو فطرت پسندانہ روایات سے آشنا کر کے سکوت لالئہ وگل سے کلام پیدا کرنے اور پھر اس کے وسیلہ سے ازلی وابدی حقیقت تک پہونچنے کا فن سکھایا، یہ شاعری اندلس کی تمام اصناف سخن پر حاوی ہے۔

مناظر فطرت اور جمال کون ومکان سے محفوظ ہونا انسان کی فطرت ہے، ہرے بھرے باغوں، صاف شفاف جھیلوں اور دریاؤں، گنگناتی ہوئی ندیوں اور دوسرے لاتعداد جمال فطرت کے مظاہر سے کون سرور وانبساط محسوس نہیں کرتا؟ اندلس اس قسم کے حسین مناظر سے مالامال تھا، اس لئے اندلسی شعراء قدرۃً اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، جس کا اندازہ ان کی شاعری سے بخوبی ہوتا ہے، جو اس قسم کے دلکش مظاہر کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

اندلس کی نیچرل شاعری کو تین مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ نیچرل شاعری کا پہلا مرحلہ اموی خلافت کی ابتداء سے گیارہویں صدی عیسوی تک رہا، اس دور میں ابن ہانی، ابن عبد ربہ،

ابن دراج اور قسطلی جیسے شعراء مشرق کے انداز پر تقلیدی شاعری میں منہمک رہے، اس لئے نیچرل شاعری ابتدائی مرحلہ کے آگے نہ بڑھ سکی۔

۲۔ دوسرا مرحلہ گیارہویں صدی عیسوی کی ابتداء سے اس کی انتہا تک حاوی رہا، اس پوری صدی میں تقلید مشرق سے مکمل آزادی تو حاصل نہ ہوئی، لیکن اس کے اثرات نمایاں ہونے لگے، موشحات بھی لکھے جانے لگے تھے، جدت وندرت اور ذوق جمال کی آسودگی سے متعلق ادبیات کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا تھا، اس دور کے نمائندے ابن زیدون، معتمد اور ابن حمدیس تھے۔

۳۔ تیسرا مرحلہ بارہویں صدی پر محیط ہے، یہ مسلم اسپین کی آخری صدی تھی، اس صدی میں نیچرل شاعری کے لعل و جواہر عام ہوئے، یہ دور ابن خفاجہ، ابن سھل اور ابن الخطیب کی شاعرانہ جدتوں سے شعر الطبیعۃ کا دور عروج بن گیا، رہا موشحات اور ازجال کا فروغ باقاعدہ طور پر اسی دور میں ہوا۔

۸۔۵ اندلس کی نیچرل شاعری نمایاں خصوصیات

اندلسی ساعری میں فطرت پسندانہ عناصر سے تاثیر وتاثر کی خصوصیت عام رہی، اس کے نمایاں پہلو حسب ذیل ہیں:

ا۔ اندلسی شعراء اگرچہ عرب تھے، لیکن ان کا قلبی تعلق اندلس سے تھا، جس کی جھلک ان کے پورے کلام میں نمایاں ہے، اس کو وہ جنت ارضی تصور کرتے تھے۔

وہ اہل اندلس کو مخاطب کرکے وہاں کے دریاؤں، چشموں اور سایہ دار درختوں کی تعریف کرتے ہیں، ابن خفاجہ یوں مخاطب ہے:

یا أهل اندلس لله در کم — ماء وظل وأنهار وأشجار

ماجنة الخلد الا فی دیارکم — ولو تخیرت هذا کنت اختار

(اے اہل اندلس اللہ نے تم کو آب رواں، سایہ نہریں اور درخت عطا کئے، جنت خلد تمہارے ہی ملک کا نام ہے اگر مجھے ان دونوں میں سے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو اندلس کی جنت کو اختیار کروں)

۲۔اس کی نیچرل شاعری کی دوسری خصوصیت اندلس کی خارجی توصیف اور مادی ظواہر کی تحسین ہے، وہاں کے شعراء جس طرح مظاہر فطرت کی مصوری کرتے تھے اس طرح عمارتوں کے حسن کی بھی توصیف کرتے تھے، اور چاند، سورج، دریاؤں اور آبشاروں کے ساتھ ساتھ محلوں، مسجدوں، حوضوں اور دوسری عمارتوں کی توصیف کے نمونے بھی موجود ہیں، فواروں کی توصیف ایک شاعر اس طرح کرتا ہے۔

قضب من البلور أثمر فرعها　　　　لما انتهت باللؤلؤ المتحدر

(فوارے گویا ولور (شیشہ) کی مکمل شاخیں ہیں جن کی ٹہنیوں میں ڈھلکتے ہوئے موتی ثمر باور ہوں)

۳۔اپنے اپنے شہروں کی ثنا وصفت بیان کرتے تھے، ابن زیدون نے قرطبہ کی تعریف کی ہے، ابن زہر اشبیلیہ کی یاد میں رطب اللسان ہے تو ابن نزار وادی اشات کو جنت نشان بتاتا ہے۔

وادی الاشات یهیج وجدی کلما　　　　اذکرت ما قضیت بک النعماء

(اے وادی اشات جب میں تیری نعمتوں اور اس پر لطف زندگی کو یاد کرتا ہوں جو تیرے یہاں بسر کی ہے، تو میرا وجدان بھڑک اٹھتا ہے)

سیر وسیاحت میں جو مقامات جاذب نظر ہوئے سب کا دلکش وصف مرقوم ہے۔

۴۔وہ نیچرل کو جاندار فرض کر کے خوشی وغم کے جذبات اس کی جانب منسوب کر کے تصور کرتے تھے کہ نیچر ان کے سکھ دکھ میں برابر شریک ہے جیسا کہ ابن نزار کہتا ہے۔

والنهر يبسم بالحباب كأنه　　　　سلخ نضته حلية رقطاء

(اور ندی بلبلے کے ذریعہ مسکرا رہی ہے جیسے کینچلی ہو جسے چت کبرے سانپ نے اتارا ہو)

۹۔۵ اندلسی شاعری کی جدید اصناف میں زجل اور موشحہ

اندلسی شعراء نے قدیم تقلیدی شاعری کے علاوہ جدید اصناف سخن میں دو مستقل نئی اصناف ایجاد کیں، جنہیں زجل اور موشحہ کے

نام سے موسوم کیا جاتا ہے، زجل اور موشحہ میں نیچرل شاعری اور ذوق جمال کی تسکین کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

زجل: زجل اندلس کی عربی شاعری کی نئی ہیئت ہے جو مسلم اسپین نے اندلسی عوام کے جذبات واحساسات کی رعایت سے ایجاد کی، اس کو ایک طرح سے اندلس کے لوک گیت کی نئی ترقی یافتہ شکل کہہ سکتے ہیں۔

زجل کے لغوی معنی ہیں بلند آواز سے گیت گانا، اصطلاح میں جیسا کہ عرض کیا گیا اندلسی لوک گیت کو اس لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، موشحہ کے بعد زجل کی ایجاد عوامی شاعری سے شروع ہوئی، موشحات اور ازجال دونوں اندلس ہی کی دین ہیں، بے تکلف عامی زبان میں تکلف، صنعت اور فصاحت کا لحاظ رکھے بغیر خوشی اور غمی کے جذبات کے اظہار کے لئے اس کی ایجاد ہوئی، اور مسلم اسپین کے آخری دور میں نہایت مقبول رہی، بعض اہل نظر کا کہنا ہے کہ اندلس کے فطری ماحول نے شعری احساسات کی ترجمانی اور گانے بجانے کی ضرورت نے لوگوں کو موشحات کی طرف مائل کیا، جو بعد میں ادبی انحطاط اور عربوں کے اضمحلال وپژمردگی کے باعث عوامی لب ولہجہ اور لوک گیت سے متاثر ہوکر ایک مستقل صنف سخن بن گیا جو زجل کے نام سے موسوم ہوا۔

پہلے کو ازجال کا رواج صرف عوام میں رہا، پھر عوامی مقبولیت اور مغربی اثر نے خواص میں بھی اس کی پذیرائی ہوئی اور ایک زمانہ ایسا آ گیا کہ اندلس میں عوام سے لے کر خواص تک سب کے جذبات واحساسات کے اظہار کا ذریعہ ووسیلہ بن گئی۔

زجل کا موجد راشد نامی ایک شخص بتایا جاتا ہے، لیکن معمار زجل اور امام الزجالین کی حیثیت سے ابوبکر بن قزمان کا نام مشہور ہے، زجل گو شعراء میں مخلف الاسود، ابن جحدر، سہل بن مالک اور ابن الخطیب زیادہ نامور ہیں، ایک خاتون حدبہ مدعلیس کا نام بھی زجل گو شعراء میں مشہور ہے۔

عربی زبان کی تمام بحروں سے اس کی بحر یکسر مختلف ہے، یہ عربی اور اسپینی بحروں کا ایک عجیب امتزاج ہے، قوافی کا البتہ بہت خیال رکھا جاتا ہے، ابن قزمان ایک مرتبہ کسی پارک میں ٹہلنے گیا، وہاں انگور کی بیلوں سے لدی ہوئی ایک جھونپڑی سے اس کی نگاہ پارک کے سنگ مرمر کے ایک خوبصورت اسٹیچو پر پڑی جس کی شکل شیر کی تھی، اس کے منہ سے صاف شفاف پانی کا فوارہ نکل رہا تھا، اسے دیکھ کر اس کے شاعرانہ احساسات جاگ اٹھے اور بے اختیار ایک زجل وجود میں آ گئی، جس کے چند اشعار یوں ہیں:

وعريش قام على دكان　　　بحال رواق

وأسد قد ابتلع ثعبان　　　فيه غلظ ساق

وفتح فهمه بحال انسان　　　فيه الفواق

(یعنی انگور کے بیلوں سے لدی ہوئی جھونپڑی چبوترہ کے اوپر کس شاندار ادا سے ہے کہ ایک قوی ہیکل شیر کا مجسمہ ہے جو فوارہ کے بجائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی سانپ کو نگل رہا ہے، انسان کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے اس میں ہچکیاں بھی تو ہیں)

نئی بحر اور قوافی کے اہتمام کے ساتھ شعر الطبیعۃ کے عناصر جس کے نمایاں اوصاف مناظر فطرت اور مظاہر جمال کی توصیف ہے، ان زجلیہ اشعار میں بھی بخوبی نمایاں ہیں۔

مؤشحات: توشیح اندلسی شاعری کی نمایاں صنعت ہے اور نیچرل شاعری اندلسی شاعری کی جان ہے، جو سب سے بہتر انداز میں موشحات کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

موشحہ خاص اندلس کی ایجاد ہے، جو غنا اور موسیقی کے عوامی ماحول کے اثر سے نویں صدی عیسوی کے اواخر میں مستقل صنعت بن کر نمودار ہوئی، اس صنعت میں مختلف قوافی ایک خاص ترتیب کے ساتھ بار بار آتے ہیں، کبھی کبھی اس کا وزن بھی عام روایتی طور پر ہوتا ہے، غنا سے اس کا خصوصی تعلق ہے۔ موشحات کے میدان میں اہل اندلس کی اولیت اور اولویت مسلم ہے، مشرق نے فن توشیح میں ان کی تقلید کی۔

موشحہ کا لفظ وشاح سے ماخوذ ہے، وشاح چمڑے کے اس تسمے کو کہتے ہیں جو جواہرات سے مرصع ہے، عرب کی عورتیں پرانے زمانے میں اس کو گلوبند کے طور پر پہنتی تھیں، مراد یہ ہے کہ موشحہ الفاظ، قوافی اور مختلف اجزا سے مزین و مرصع ایک ایسی چیز ہے جس سے ادب کے ذوق جمال کی تسکین کا سامان فراہم ہوتا ہے، جس طرح عورتوں کو مرصع زیورات سے آسودگی کا سامان فراہم ہوتا تھا۔

موشحہ عربی مسمط اور عجمی غنائیت کا حسین امتزاج ہے، موشحہ کے آخری جزء (خرجم) کے تمام تر عجمی اور عامی بول چال پر مبنی ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عجمیت کی گرفت اس صنف سخن پر نہایت مضبوط ہے۔

عموما موشحہ کا موجد قبرہ کا ایک نانبینا شاعر محمد بن قبری بتایا جاتا ہے، بعض لوگ مقدم بن معان قبری کا نام موجد موشحات کی حیثیت سے لیتے ہیں، جو امیر عبداللہ مروانی کے شعراء میں تھا، مگر اتنی بات مسلم ہے کہ نویں صدی عیسوی میں اس فن کی بنیاد پڑ گئی تھی، شروع شروع میں اس کی حیثیت محض سماعی تھی، تفریح طبع کے لئے لوگ کہتے ہیں اور آپس میں سن کر محفوظ ہوا کرتے تھے، شاید اس کی حیثیت اس زمانہ میں وہی تھی جو آجکل اردو میں ہزل گوئی کی ہے۔

ایک قرطبی شاعر یوسف بن ہارون امادی نے اس فن کی طرف باقاعدہ توجہ کی اور پھر یہ فن ترقی کرتا ہوا عیادہ بن ماء السماء کے ہاتھوں بام عروج پر پہونچا، جو مروانی خلافت کے آخری دور کا شاعر تھا، مرابطین کے عہد (۱۰۹۵۔۱۱۴۹ء) میں بلند پایہ شعراء نے بھی موشحات لکھنے شروع کئے، جن میں ایک نابینا شاعر ابو العباس الأعمی التطیلی کا نام سرفہرست ہے، ابن بقی اس کا معاصر تھا، ان دونوں میں چشمک رہا کرتی تھی، دوسرے موشحہ نگاروں میں ابن باجہ، ابن قزمان، ابوجعفر بن سعید، ابن حزمون، ابن زہر، ابن عربی اور ابن سہل کے نام مشہور ہیں، ابن سہل کے موشحے اپنی لطافت اور شگفتگی میں بے مثال ہیں، ابن الخطیب کا موشحہ اندلس کے اجڑے دیار کے مرثیہ کی حیثیت سے نہایت مقبول ہے، جس کا مطلع یہ ہے:

جادک الغیث اذ الغیث همی　　　یا زمان الوصل بالأندلس

لم یکن وصلک الا حلما　　　فی الکری او حلسة المحتلس

عہد موحدین (۱۱۴۹۔۱۲۴۸ء) کے خاتمہ کے بعد فن توشیح بھی اندلس میں آخری ہچکیاں لینے لگا، لوگ موشحہ کے بجائے زجل کی طرف مائل ہورہے تھے، اور ابن خطیب کی کوششوں کے باوجود زوال غرناطہ کے ساتھ فن توشیح پر بھی زوال آگیا، آخری وشاح شاعر ابن زمرک ۱۳۹۳ء کو بتایا جاتا ہے، کیوں کہ اب موشحات کی جگہ ازجال نے لے لی تھی۔

موشحہ کا پودا چونکہ گانے بجانے کے عوامی ماحول میں اگا تھا، اس لئے وہ ابتدا میں غزل، خمریات اور مناظر فطرت کے موضوعات تک محدود رہا، غزل اور خمریات تو مجالس عیش وطرب کے لازمی عناصر ہیں، اور قدرتی مناظر کا بیان اندلس کی شاعری کی نمایاں خصوصیات میں ہے، اور موشحہ کو خاص طور پر لحن وطرب اور نغمہ ونشاط ہی کے لئے وضع کیا گیا تھا، اس کا دامن ان عناصر سے

کیوں کہ خالی رہتا ہے،ابن لبانہ کے موشحات ہیں یہ عناصر بڑی خوبی وخوش اسلوبی سے موجود ہیں۔

موشحات میں معنی آفرینی اور تخیل کی گہرائی نہ تھی ،بس سلاست ،حلاوت اور موسیقی پر تمام تر توجہ دی جاتی تھی ،عوامی خیالات کو عوامی زبان میں مترنم قوافی سے آراستہ کر کے پیش کر دینا ہی کمال سمجھا جاتا تھا،جس سے موشحات میں ابتذال اور رکالت بھی پیدا ہو جاتی تھی ،بعد میں توشیح میں مدحیہ عناصر بھی شامل ہو گئے ،غیر درباری شعراء نعتیہ لکھے، مدح کے بعد ہجو یہ موشحات بھی کہے جانے لگے، پھر مراثی اور زہد یہ خیالات بھی اسی پیرائیہ بیان سے ادا کیے جانے لگے۔

علم عروض کے موجد خلیل بن احمد نحوی نے ۱۵ بحریں ایجاد کیں تھیں ،اخفش نے سولھویں بحر عربی شاعری کو عطا کی ،عموماً ان ہی بحروں کی پابندی ہمیشہ ہوتی رہی ،لیکن اندلس کے موشحہ نگار آزاد خیال اور ترقی پسند تھے،طرز کہن سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی ،اس لئے اموی سلطنت کے مستحکم ہوتے ہی ہر با کمال شاعر اوزان و بحور میں جدت کا مظاہرہ کرنے لگا،موشحہ کی بحر یکسر جداگانہ ہے، زجل کا بھی یہی حال ہے، یہ انداز آج کی جدید ترقی پسند آزاد شاعری سے پہلے بہت کچھ ملتا ہے۔

موشح میں ایک مطلع اور پانچ ابیات ہوتے ہیں ، بیت کو اردو محاورے میں بند کہہ سکتے ہیں ، ہر بیت کے دو حصے ہوتے ہیں ، پہلا حصہ دور اور تیسرا حصہ قفل کہلاتا ہے، پھر ہر دور تین اجزا سے مرکب ہوتا ہے اور اس کے ہر جز کو سمط (لڑی) کہتے ہیں ،اسی طرح ہر قفل میں دو جزء ہوتے ہیں اور اس کے ہر جز کو غصن (شاخ) کہا جاتا ہے، آخری قفل کو خرجہ کہتے ہیں ،جس طرح پہلا قفل مطلع کہلاتا ہے۔

اندلس میں شاعری اور بطور خاص جدید شاعری ، اس کے اغراض و مقاصد ، اور اس کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد مشہور شعراء میں سے چند ایک تعارف ، شاعری کی خصوصیات ، بعض اشعار کے نمونے بیان کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔۵ ابن ہانی

ابو القاسم محمد بن ہانی ازدی کی پیدائش اشبیلیہ ۳۲۶ھ میں اس زمانہ میں ہوئی جب دور اموی خلیفہ ناصر کے عہد میں اپنے سنہری دور اور عہد شباب سے گزر رہا تھا ،اور علم و ادب کے لحاظ سے اشبیلیہ ملک کا سب سے زرخیز خطہ تھا یہیں اس کی پرورش ہوئی ، اس نے اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق ادب عربی کی تعلیم حاصل کی ، اس سلسلہ میں اس کا باپ ہانی اس کی مدد کرتا تھا جو خود بھی ادیب

شاعر تھا، اس زمانہ کے شاعروں کی طرح ہمارے شاعر کو بھی دنیا کی شیش وعشرت کی تلاش ہوئی اور اس نے بھی انہیں کے طریقہ کو اپنا لیا ۔ چنانچہ وہ حاکم اشبیلیہ کے دربار میں پہونچا، اس کے دل میں اپنی جگہ بنائی اور بڑا اعزاز پایا، یہ وہ دور تھا جب اندلسی تہذیب وتمدن میں اسراف، عیاشی رنگ رلیاں رواج پا رہی تھیں، ابن ہانی نے بھی دونوں ہاتھوں سے تہذیب کے ان پھلوں کو سمیٹنا شروع کیا، اس سلسلہ میں نہ کسی اخلاقی پابندی نے اسے روکا، نہ دینی قیود اس کی راہ میں حائل ہوئیں، اس نے فلاسفہ کے کچھ خیالات بھی اپنا لئے لیکن اندلسی عوام مشرقیوں کے برعکس بدعت سے متنفر اور سنت کے ناصر تھے، وہ فلسفہ کو قابل اعتراض خیال کرتے اور دین میں زیادہ مین میخ اور کرید سے روکتے تھے، لہذا اشبیلیہ کے لوگوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور وہ اسے نقصان پہونچانے کے درپے ہوگئے۔

چنانچہ وہ مغرب کی آخری حدود میں چلا گیا، اس وقت اس کی عمر چھبیس ۲۶ برس کی تھی، وہاں اس کی سپہ سالار جوہر سے ملاقات ہوئی جس نے معز کے ئے مصر فتح کیا۔

پھر جب وہ مصر جا رہا تھا تو راستہ میں مقام برقہ کے کسی شخص کے پاس مہمان ٹھہرا، جہاں وہ گانے اور کھیل کود میں حصہ لیتا رہا اور ایک دن تو اتنی پی گیا کہ نشہ ہی نہ اترا اور موت کے نشہ سے جا ملا۔

اس کی شاعری

تمام لوگ بلا اختلاف اس بات پر متفق ہیں کہ ابن ہانی اندلس کا امیر الشعراء ہے گو اس رائے میں ابن زیدون جیسے شاعروں کے ساتھ قدرے ناانصافی ہے، تاہم اس کی شاعری اعلیٰ درجہ کی ہے جس میں سلامتی فکر، سلامت تعبیر، بہت سے مسائل زندگی کا بیان، اجتماعی مسائل کی ترجمانی، اور نفس انسانی میں پیدا ہونے والے افکار وخیالات پائے جاتے ہیں، اسے متنبّی کے اشعار پڑھنے کا موقع ملا تھا جو اس کا ہم عصر تھا، چنانچہ اس نے اس کے اسلوب وطرز کو بہت پسند کیا اور اسے اپنا لیا، اس کی تقلید میں فلسفیانہ افکار کو شاعری میں جگہ دیتا، مدحیہ کلام میں جا بجا حکم وامثال لاتا، اپنی شاعری میں اپنی خصوصی زندگی کو جگہ دیتا، اور اس طرح جنگ، قوت اور غلبہ کا بکثرت ذکر کرتا اور جو کچھ دیکھتا یا سنتا اس کا نہایت عمدگی اور طرفگی سے وصف کرتا اور یہی وجہ ہے کہ اسے مغرب کا متنبّی کہا جاتا ہے۔

اس کی شاعری کے موضوعات میں بیشتر حصہ تو مدح کا ہے، تشبیب وغزل قصیدہ کے ابتداء میں ہے یا پھر تقلید کے طور پر، وصف

اور مرثیہ کی مقدار کو کم ہے لیکن عمدہ ہے۔فطرت، اسرار فطرت ومناظر فطرت سے جو چیزیں متنبّی کو روکنے کا باعث ہوئیں وہی اس کے لئے بھی مانع بنیں چنانچہ ان چیزوں کا تذکرہ اس کی شاعری میں بہت کم ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ

حسن تغزل:

امسحوا عن ناظری کحل السهاد	وانفضوا عن مضجعی شوک القتاد
او خذوا منی ما اعطیتم	لا احب الجسم مسلوب الفواد
هل تجیرون محبا من هوی؟	او تفکّون اسیراً من صفاد
اسلوًّا منکم من هجرکم	قلّما یسلو عن الماء الصوادی
انما کانت خطوب قیّضت	فعدتنا عنکم احدی العوادی
فعلی الایام من بعدکم	ماعلی الظلماء من لبس الحداد
لا مزا رمنکم یدنو سوی	ان اریٰ اعلام هضب او نجاد
لم یزدنا القرب الا هجرة	فرضینا بالتنائی و البعاد
واذا شاء زمان رابنا	برقیب او حسود او معاد

۱۱۔۵ ابن زیدون

ابوالولید احمد بن عبداللہ بن زیدون ۳۹۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوا، اس کا باپ سرکردہ فقیہ اور بلند پایہ ادیب تھا، چنانچہ اس نے اور لوگوں کے علاوہ اپنے والد سے بھی ادب اور دیگر علوم کی تحصیل کی، قدرت نے اسے انشاء پردازی کے لئے موزوں طبیعت بخشی تھی اور طبع سلیم بھی، اپنے کمال ومہارت کی وجہ سے اس نے اتنی ترقی کی کہ اندلس کی طوائف الملوکی کے دور میں وہ اس زمانہ کے ایک بادشاہ ابوالحزیم بن جھور کا درزیر بن گیا۔اس طرح اس کی شہرت عام اور اس کا رتبہ دوبالا ہوگیا، حاکم نے تمام معاملات اس کو سونپ

دئے اوراس نے نہایت حزم ومہارت سے ان کا انتظام کیا، کئی باراس نے اپنے بادشاہ اوردوسرے بادشاہوں کے درمیان کامیابی سے سفارتی فرائض انجام دئے، پھر کچھ دشمنوں نے بادشاہ کواس کے خلاف بھڑکا دیا اورابن جھور نے غصہ ہوکر اسے قید میں ڈال دیا، اس کی پہلی خدمات اور سابقہ درجات میں سے کچھ بھی اس کے کام نہ آیا، اس نے بادشاہ کے غصہ کوفرد کرنے اوراس کے رحم کوابھارنے کے لئے قیدخانہ سے ایک یگانہ قسم کا خط لکھا پروہ بھی اس پتھر دل کونرم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا، چنانچہ وہ جیل سے فرار ہوکر قرطبہ میں کہیں روپوش ہوگیا، اور پھر ابن جھور کے بیٹے ابوالولید کی سفارش کے ذریعہ اس کوراضی کرلیا، بعدازاں وہ اس حاکم کے ظل عاطفت میں رہا، تا آنکہ حکومت اس کے مرنے کے بعداس کے بیٹے ابوالولید کومل گئی اوراس نے بھی اسے اپنے مقربین خصوصی میں رکھا، لیکن حاکم مالقہ سے اس کے سیاسی تعلقات کی بناء پر بالآخرہ وہ بھی ناراض ہوگیا اوراس نے اسے شہر بدر کردیا۔ اوروہ ۴۴۱ھ میں حاکم اشبیلیہ معتمد عباد، کی پناہ میں چلاگیا، جس نے اسے اپنے مقربین میں جگہ دی اوراسے اپنا مشیر ومعتمد خصوصی بنالیا، پھراس کے بعد وہ اس کے بیٹے معتمد کا وزیر رہااوراپنی بقیہ عمر اشبیلیہ ہیں میں گزاردی۔

اس کی شاعری

ابن زیدون کی شاعری اس کے دل کی گہرائیوں سے پھوٹی اوراس کے ملک کی زمین سے پیدا ہوئی، اس لئے اس کی شاعری اندلسی شاعری کی صحیح تصویر ہے۔ اس کی شاعری ابن ہانی کی شاعری کی طرح مشرق کے پیچھے پیچھے چلنے والی اوراس کی مقلد ونقال نہیں ہے، کیونکہ اس نے شاعری کونہ توروزی کمانے کا ذریعہ بنایا تھا نہ شہرت حاصل کرنے کا وسیلہ، وہ اپنے نفس کے احساسات اوراپنے دلی جذبات کی ترجمانی کرتا تھا، رقت انگیز شاعری اور باریک ونازک مضامین کونظم کرنے کے لحاظ سے یہ بنی مخزوم کا آخری شاعری اوراپنے معاصرین میں پہلا شاعر تھا، اس کی شاعری میں آپ کواندلسی شاعری کی تمام مابہ الامتیاز خصوصیات نہایت عمدہ شکل میں ملیں گی، مثلا مناظرہ کا وصف، جذبات کی ترجمانی، بلند خیال، ظاہری حسن ورونق، کبھی کبھی جب وہ مخز ومدح کرتا ہے تو اس کی شاعری میں کچھ کمزوری کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں لیکن یہ کمزوری تغزل، جذب شوق، اوراستعطاف کے موضوعات میں نہیں ملتی، اس لئے کہ ان موضوعات میں اس کی طبیعت نہایت فیاض اوراس کا سرقلم نہایت رواں ہوتا ہے، اوراس کا سبب کچھ تو ابن جھور کے ظلم ہیں اور کچھ ولادہ

کی بے مروتی اور اجدائی کے صدمات۔

اس کی شاعری کا نمونہ

بنی جھور کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

بنی جهور احرقتم بجفائكم فؤدای فما بال المدائح تعبق

تعدوننی كالعنبر الورد انما تفوح لكم انفاسه وهو يحرق

جب ولادہ قرطبہ میں تھی اور وہ اشبیلیہ میں تو اس کے ہجر میں شوق ملاقات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

اضحی التنائی بدیلاً من تدانینا وناب عن طیب لقیانا تجا فینا

بنتم وبنا فما ابتلت جوا نحنا شوقا الیکم جفت مآقینا

بکاد حین تناجیکم ضمائرنا یقضی علینا الاسی لولا تاسینا

لیسق عهدکم عهدا السرور فما کنتم لارواحنا الا ریا حینا

من بلغ الملبسینا بانتزاحهم حزنا مع الدهر لا یبلی ویبلینا

۱۲۔۵ ابن حمدیس صقلی

عبدالجبار بن حمدیس جزیرہ صقلیہ میں ۴۴۷ھ میں پیدا ہوا، کمسنی ہی سے وہ اپنے ماحول میں شاعری کی حیثیت سے جانا جاتا تھا، لیکن ادبی منڈی میں اسے کوئی نہیں جانتا تھا، لہذا نہ اس کی شاعری کا چرچا ہوا نہ علمی طبقہ میں اس کی قدر و منزلت معلوم ہوسکی حتی کہ زندیوں نے اس کے وطن پر تسلط حاصل کرلیا، اس وقت وہ بھرپور جوانی میں تھا اور اسے اپنی آنکھوں سے غاصب فاتح قوم کے جبر و تشدد دیکھنے، اور اپنے کانوں سے ان کے مستبدانہ واقعات سننے کا موقع ملا، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دشمنوں نے اس کے ملک کو کس طرح تباہ و برباد کرڈالا، چنانچہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے اسپین چلا گیا اور معتمد بن عباد کے خوان کرم سے سیر ہونے کے لئے اشبیلیہ میں پہونچا، ایک مدت تک تو معتمد نے اسے درخور اعتنا ہی نہ سمجھا اور اسے دربار میں پہونچنے کا موقع بھی نہ ملا، حتی کہ ابن حمدیس کہتا ہے"

میں نا کامی اور انتہائی تھکن اور کوفت کے بعد بالکل مایوس ہو چکا تھا اور الٹے پاؤں واپس ہونے کا عزم کر چکا تھا، یہ حالت تھی کہ ایک رات سرکاری ہرکارہ چراغ اور سواری لئے میرے گھر پر آیا اور مجھ سے کہا بادشاہ کی دعوت پر لبیک کہو!'' فوراً ہی سوار ہوکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، بادشاہ نے مجھے معزز مقام پر سموار کے قالین پر بٹھایا اور کہا'' تمہارے پاس جو کھڑکی ہے وہ کھولو''، چنانچہ میں نے اسے کھولا کیا دیکھتا ہوں کہ دور ایک شیشے کی بھٹی ہے اور اس کے دونوں دروازوں سے آگ نکل رہی ہے اسے جلانے والا کبھی دونوں دروازے کھول دیتا ہے اور کبھی دونوں بند کر دیتا ہے پھر اس نے مستقل ایک کو بند اور ایک کھلا رہنے دیا، جب میں نے ان دونوں دروازوں کو بغور دیکھ لیا تو بادشاہ نے مجھ سے کہا'' مصرعہ لگاؤ'':۔

انظر هما فی الظلام قد نجما

میں نے اس پر یہ مصرعہ لگایا:۔

کمارنا فی الدجنّة الاسد

پھر بادشاہ نے مصرعہ پڑھا:۔

یفتح عینیه ثم یطبقهما

میں نے اس پر یہ مصرعہ لگایا:۔

فعل امرئی فی جفونه رمد

پھر بادشاہ نے مصرعہ پڑھا:۔

فابتزّه الدهر نور واحدة

اور میں نے اس پر یہ مصرعہ لگایا:۔

وهل نجا من صروفه احد؟

اس پر بادشاہ نے بڑی داد دی اور میرے لئے گراں قدر انعام کا حکم دیا اور مجھے مستقل اپنی خدمت میں مقرر کرلیا۔

بعدازاں شاعرایک مدت تک بادشاہ کے انعام واکرام میں آسودہ زندگی گذارتا رہا، تا آنکہ ابن تاشقین نے اپنی کامیابی کے بعداس حاکم کوتخت سے اتارا کرجلاوطن کردیا، چنانچہ ابن حمدیس بھی بادشاہ کی جلاوطنی میں اس کا شریک رہا چار سال کے بعد بادشاہ افلاس وپریشانی میں مرگیا اور ہمارا یہ شاعر افریقہ کی راجدھانی مھدیہ میں اقامت گزیں رہا پھر وہاں سے میورقہ منتقل ہوگیا اور وہیں پریشان حالی اورآنکھوں سے معذورہوکراس جہاں فانی سے رخصت ہوگیا۔

اس کی شاعری

اس کی شاعری صاف آئینہ ہے جس میں مذکورہ بالا اخلاق کھلے طور پرنظر آتے ہیں، اس کے الفاظ ستھرے اورافکار پاکیزہ ہیں، سطحی مذاق اور بے راہ روی کی اس میں جھلک بھی نہیں، جورایام، لؤم ابنائے زمان اور پھر درازی عمر نے اسے زندگی سے بیزار، لوگوں سے شاکی اورنفس کا باغی بنادیا تھا، اوراس نے زہدوتصوف، پندونصیحت میں ابوالقاہیہ کا طرز اختیار کرلیا تھا، جس کی زبان واضح اور اسلوب بیان خوشنما تھا، کبھی اسکی طبیعت میں جلاء اور سینے میں انشراح ہوجاتا ہے اوراس کے احساسات وجذبات کے دروازے، فطرت کا جمال، زندگی کا کیف، کائنات کی نیرنگیاں اورعجائبات دیکھنے کے لئے کھل جاتے ہیں، اوروہ نہایت خوشنما الفاظ، دلکش انداز، نازک عکاسی اورصاف عبارت میں نہر، پھول، شکار، گھوڑے، رات، محلات، مجالس طرب کا وصف بیان کرتا ہے۔

اس کی شاعری کانمونہ

نہر کی وصف میں کہتا ہے:۔

ومطرد الاجزاء یصقل متنه   صبا اعلنت للعین ما فی ضمیره
جریح باطراف الحصیٰ کلما جری   علیها شکا او جاعه بخریره

اپنے گناہوں کارونا روتے ہوئے اوراپنے رب سے بخشش کا طالب ہوتے ہوئے کہتا ہے:۔

یا ذنوبی ثقّلتِ والله ظهری   بان عذری فکیف یقبل عذری
کلما نبت ساعة عدت اخری   بضروب من سوء فعلی وهجری

ثقلت خطوطی وفودی تفرّی	غیهب اللیل فیه عن نور فجری
دبّ موت السکون فی حرکاتی	وخبا فی رماده حرّ جمری
رانا حیث سرت آکل رزقی	غیر ان الزمان یاکل عمری
کلما مرّ منه وقت بربح	من حیاتی وجدت فی الربح خسری
یا رفیقا بعبده و محیطاً	علمه باختلاف سری و جهری
مل بقلبی الی صلاح فسادی	منه واجبر برافة منک کسری
واجرنی بما جناه لسانی	وتنا جت به و ساوس فکری

۱۳۔۵ ابن خفاجہ اندلسی

ابو اسحاق ابراہیم بن خفاجہ اندلسی شقر نامی شہر بقول نمر جزیرہ شقر میں پیدا ہوا، اس کی شاعری سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے فن کاروں کی طرح ہر قسم کی قید و بند سے آزادرہ کر زندگی گزاری اس لئے نہ کوئی کارنمایاں انجام دیا، نہ کسی ملازمت پر فائز ہوا نہ ہی طوائف الملوکی کے زمانے میں کسی بادشاہ سے اعانت کا طالب ہوا حالانکہ بادشاہوں کو اس جیسے شعراء کی شدید ضرورت تھی، اس نے اپنے آپ کو دنیوی مشاغل سے ہٹا کر اپنے نفس کو وقف جمال، اپنی فکر کو محو خیال اور اپنے احساس کو لذت اندوزی میں منہمک رکھا اور اپنی تمام گھنے سایہ درختوں، وادیوں اور نشیبی زمینوں میں گھومتا رہا، ہر حسین و دلفریب چیز سے لطف اندوز ہوتا، ہر واقعہ کا وصف بیان کرتا، پھر وہ واپس ہوتا اور شراب کے لبریز جام نوش کرتا، حسین صورتوں کا نظارہ کرتا، یا محروم پھلوں کو چنتا، اسی انداز سے اس کی عمر گزرتی رہی تا آنکہ ۵۳۳ھ میں وہ اپنے پیدائشی وطن میں وفات پا گیا۔

اس کی شاعری

ابن خفاجہ مصور فطرت شاعر تھا، فطرت کے جمال اور زندگی کے حسن سے اس کے دل و نگاہ بھرے ہوئے تھے، چنانچہ اسی حسن و جمال کی عکاسی وہ اپنے الفاظ سے کرتا ہے، وہ پاکیزہ اسالیب اور شوخ رنگوں کا انتخاب کرتا ہے، پھر وہ ان میں مجاز و تشبیہ کا رنگ بھرتا۔

اس کی شاعری میں کثرت تکرار ہے لیکن وہ اپنی تنوع مزاجی اور نیرنگی طبع نیز شاعری میں محسوس مناظر کی عکاسی کے باعث اپنے پڑھنے والے کو دل برداشتہ نہیں ہونے دیتا۔ باقی رہا اس کی شاعری میں پختہ آرا وعمیق معانی اور فلسفیانہ افکار کی تلاش کا مسئلہ تو اس کی شاعری کے مطالعہ کرنے والوں کو ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔اس کی شاعری کی نثر بھی ملتی ہے جو نہایت بوگس اور پر تکلف ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ

پھول کا وصف کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

و مائسة تزهیٰ وقد خلع الحیا   علیها حلی حمرا و اردیة خضرا
یذوب لها ریق الغمائم فضّة   ویجمدنی اعطافها ذهبا نضرا

مرغزار سے بل کھاتی ہوئی گزرنے والی ایک چھوٹی سی نہر کا وصف کرتے ہوئے جس کے مناظر مختلف انداز سے سامنے آتے ہیں، وہ کہتا ہے:۔

لله نهر سال فی بطحاء   اشهی ورودا من لمی الحسناء
متعطف مثل السوار کانه   والزهر یکنفه ، مجر ّسماء
قد رقّ حتی ظن قرصا مفرغا   من فضّة فی بردة خضراء
وغدت تحف به الغصون کانها   هدب یحف ّبمقله زرقاء
والماء اسرع جریه متحدّرا   متلوّیا کالحیة قطاء
والریح تعبث بالغصون وقدوجری   ذهب الاصیل علی لجین الماء

۱۴۔۵ لسان الدین الخطیب

یہ ذوالوزراتین ابوعبداللہ لسان الدین المعروف بہ ابن الخطیب ہے۔۷۱۳ھ میں علم وریاست وسیاست کی آغوش میں بمقام غرناطہ پیدا ہوا۔ وہاں کے علماء سے علوم عربیہ وشرعیہ، فلسفیہ وطب، ریاضی وتاریخ کی تعلیم حاصل کی اور تمام علوم میں اپنے ہم عصر ادباء

اندلس سے سبقت لے گیا۔ پھر ادب وشاعری کے وسیلہ نے اسے حاکم غرناطہ ابوالحجاج یوسف (۷۳۳ھ تا ۷۵۵ھ) تک پہونچا دیا، چنانچہ سلطان نے اسے اپنا سکریٹری مقرر کرلیا، پھر بعد میں وزیر بنالیا اور امور مملکت میں اس کو آزادانہ تصرف کا اختیار دے دیا، جس سے اس کا رسوخ بڑھ گیا اور اس کا معاملہ نہایت درجہ اہمیت اختیار کرگیا، وہ اپنے اس عہدہ پر ابوالحجاج کی وفات تک رہا، اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمد خامس تخت نشین ہوا تو اس نے بھی وزارت پر اسے بحال رکھا، لیکن چغل خوروں نے شکایتیں پہونچا کر دونوں کے تعلقات خراب کرادئے اور بادشاہ اس سے بدظن ہوگیا، تب ابن خطیب نے بھاگ کر افریقہ میں پناہ لی، جہاں کے بادشاہوں نے اس کی بڑی عزت وتکریم کی، پھر وہ مسلسل شدائد ومصائب میں گھر گیا اور بالآخر اپنے دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا، جنہوں نے اسے فاس میں قید کردیا، اور فقہاء کی ایک جماعت کو اس کے خلاف بھڑکا دیا جنہوں نے اس کے فلسفیانہ مشاغل وافکار کی بناء پر اس کے خلاف الحاد کا فتویٰ دیدیا، چنانچہ بعض غنڈے جیل کی دیوار پھاند کر اس کے پاس پہونچے اور اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا۔

اس کی شاعری

اس کی شاعری کے الفاظ نرم وشستہ، معانی لطیف وپسندیدہ، نیز فنی لحاظ سے وہ مقبول ہے، اندلس میں علم وادب کی امامت اسی طرح اس پر ختم ہوگئی تھی جس طرح افریقہ میں علم وادب کی قیادت اس کے ہم عصر ابن خلدون پر تمام ہوگئی۔

اس کی شاعری کا نمونہ

اپنی مشہور موشح میں جو اس نے ابن سہل کی موشح کے مقابلہ میں کہی ہے وہ کہتا ہے:۔

جادک الغیث اذا الغیث ھمی … یا زمان الوصل بالاندلس
لم یکن وصلک الا حلما … فی الکری او خلسۃ المختلس

اس موشح کا ایک اور بند:۔

یا اُھیل الحیّ من وادی الغضا … و بقلبی سکن انتم بہ
ضاق عن وجدی بکم رحب الفضا … لا اُبالی شرقہ من غربہ

فاعیدوا عهد اُنس قد مضی	تُعتقوا عانیکم من کربه
واتقوا الله واحیوا مغرما	یتلاشی نفسا فی نفس
حبس القلب علیکم کرما	افترضون عفاء الحبس؟

۱۵۔۵ ابوالحسن علی الشستری

ان کا پورا نام علی بن عبداللہ النمیری الشستری ہے، کنیت ابوالحسن ہے، ان کا تعلق اندلس کے ایک موضع شستر سے تھا اس لئے شستری سے مشہور ہوئے۔ بڑے فقیہ اور تارک الدنیا صوفی تھے، قرآن تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے اور معانی قرآن سے بخوبی واقف تھے، علم و عمل کے جامع تھے، بہت سے علاقوں کا سفر کیا اور مشائخ طریقت سے استفادہ کیا، حج کی سعادت کئی بار حاصل ہوئی، انہوں نے تجرد اور عبادت کی زندگی کو ترجیح دی۔ حکمت و معرفت میں انہیں درک حاصل تھا، تصوف کے طریقہ کے دلدادہ تھے۔

قاضی محی الدین محمد بن ابراہیم انصاری وغیرہ سے استفادہ کیا، ابو محمد بن سبعین کی خدمت میں زندگی بسر کی اور ان سے شرف تلمذ حاصل کیا، جب ابن سبعین کا انتقال ہوگیا تو ابوالحسن الشستری متجرد فقراء کے امام ہوگئے، تقریبا چار سو فقراء ان کے ساتھ اسفار میں ہوتے۔

جب شستری شام کے راستے دمیاط کے ساحل پر مرض کی حالت میں پہونچے تو ایک بستی میں قیام کیا، تو پوچھا اس بستی کا کیا نام ہے؟ جواب ملاطینہ (یعنی مٹی) تو انہوں نے کہا مٹی مٹی کے پاس آ گئی، اس طرح ان کا انتقال وہیں ہوا، اور وصیت کے مطابق دمیاط کے قبرستان میں ۱۷صفر ۶۶۸ھ کو دفن ہوئے۔

ان کی شاعری

ابوالحسن علی الشستری نے چند کتب کی تصنیف کی جن میں بیشتر کا تعلق تصوف سے ہے، اس کے ساتھ وہ ایک شاعر بھی تھے اپنے ذہنی رجحان اور صوفیانہ نظریات وجذبات کو انہوں نے اشعار کا جامہ پہنایا، چنانچہ ان کا ایک مشہور دیوان بھی، وہ اپنے اشعار میں سلوک وتصوف کے رنگ کو بڑی مہارت کے ساتھ پیش کرتے ہیں، طریقت کے درجات و مراتب کو بھی اس میں بیان کرتے ہیں، ان

کی شاعری میں ان کی زبان سادہ ہے اگر چہ بعض جگہوں پر پیچیدگی ہے۔

ان کی شاعری کانمونہ

من لا منی لو أنه قد أبصرا	ما ذقته أضحی به متحیرا
وغدا یقول لصحبه ان أنتم	أنکرتم مابی أتیتم منکرا
شذت أمور القوم عن عاداتهم	فلأجل ذاک یقال سحر مفتری

ان کے مشہور اشعار میں سے یہ بھی ہے

أری طالبا منا الزیادة لاالحسنی	بفکر رمی منهما فعدّی به عدنا
وطالبنا مطلوبنا من وجودنا	نغیب به عنا لدی الصعق ان عنّا

۱۶۔۵ خلاصہ

اندلس کے شعراء نے اس زمانے میں رائج تمام ہی اصناف سخن میں اعلی شاعری کی ،جس میں معاشرتی اور تاریخی حقائق کے ساتھ وصف نگاری میں انہوں نے جدت پیدا کی ،قدرتی مناظر کوانہوں نے بطور خاص اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔

اندلسی شاعری تاریخی لحاظ سے تین ادوار سے گزرتی ہے جن میں شاعری کے اندر تنوع اور ترقی ہوتی گئی ،پہلی تقلیدی شاعری، دوسری معتدل شاعری، تیسری رومانی یا نیچرل شاعری۔اندلسی شاعری میں سب سے زیادہ امتیازی حیثیت نیچرل شاعری کی ،اس میں انہوں نے موسیقیت کواعلی مقام دیا۔

جدید شاعری نے شعری دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا،جس میں افلاطون عشق،تخیلیت اور رومان پسندی کا عنصر غالب رہا،اور اس شاعری سے مغربی اور یورپی شاعری بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہی۔

اندلسی شاعری کی خصوصیات میں اسلوب میں سلاست اور شگفتگی ،فطری مناظر میں تشبیہات ، استعارات، کے علاوہ مدح ومرثیہ بھی شامل ہے۔

اندلس کے مشہور شعراء میں ابن ہانی، ابن زیدون، ابن حمدیس صقلی، ابن خفاجہ،لسان الدین الخطیب، ابوالحسن الشستری بطور خاص قابل ذکر ہیں، جن کی شاعری نے نہ صرف اندلس کے ادبی اور سیاسی حلقوں میں اپنا مقام بنایا بلکہ پورے یورپ پر بھی اس کا تادیر اثر رہا۔

۵۔۱۷ نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔اندلس کی شاعری کتنے ادوار پر مشتمل ہے؟

۲۔نیچرل شاعری کسے کہتے ہیں؟

۳۔اندلسی شاعری کی خصوصیات بیان کیجئے؟

۴۔زجل اور موشحہ کسے کہتے ہیں؟

۵۔اندلس کو کس شاعری نے بام عروج پر پہونچا دیا؟

۶۔اندلس کے بعض شعراء کا تعارف اور ان کی شاعری پر تبصرہ کیجئے؟

۵۔۱۸ فرہنگ

لفظ	معانی
نیچرل	فطری
زجل	لوک گیت جیسی ترقی یافتہ شاعری
موشحہ	اندلس کی ایک جدید صنف سخن جس میں مختلف قوافی ایک خاص ترتیب کے ساتھ بار بار آتے ہیں

۵۔۱۹ مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱۔ابن حزم الأندلسی،محمد عبید الخربوطی

۲۔معارف نومبر ۱۹۷۴ء

۳۔معارف مئی ۱۹۷۵ء